قائمؔ شناسی

پر ایک تعارُف

ڈاکٹر فقیر محمّد ہونزائی

کتابِ قائم شناسی پر ایک تعارف

ڈاکٹر فقیر محمد ہونزائی

کتابِ قائم شناسی پر ایک تعارف

''قرآنِ حکیم اور عالمِ انسانیت''، جیسی انقلابی اور تاریخ ساز کتاب کی تصنیف کے بعد ''قائم شناسی'' حضرتِ علاّمہ بزرگوار نصیر الدّین نصیؔر ہونزائی صاحب، دامت فیوضاتہ العرفانیّہ، کی اپنی نوعیّت کی ایک اور منفرد کتاب ہے۔ اسلئے کہ اس میں قائم شناسی کے بارے میں وہ اسرار برملا بیان کئے گئے ہیں جن کو اس سے پہلے بزرگانِ دین نے وقت کا تقاضا نہ ہونے کی وجہ سے یا تو بیان ہی نہیں کیا ہے یا صرف اشاروں کنایوں میں بیان کیا ہے۔

جاننا چاہئے کہ حضرتِ قائم علینا سلامہ کا عقیدہ الگ الگ اصطلاحوں کی صورت میں تمام ادیانِ عالم میں پایا جاتا ہے، اسلئے کہ تمام انبیاء و مرسلین کی دعوت حضرتِ قائم اور ان کے دور کی طرف رہی ہے۔ مذاہبِ اسلام میں یہ اصطلاح بالعموم ''مہدئ موعود''[1] اور شیعہ مذہب میں بالخصوص ''قائمِ آلِ محمدؐ'' کے نام سے مشہور ہے، حضرتِ قائم علینا سلامہ سے ایک ایسی ہستی مراد ہیں کہ جن کے زمانے میں انبیاء علیہم السّلام کی شریعتوں میں پوشیدہ حقائق کا ظہور ہوگا، دنیا سے ظلم و ستم کا نشان مٹ جائے گا، عدل و انصاف کا دور دورہ ہوگا اور ہر ایک کو اپنے اعمال کے مطابق جزا ملے گا، اور کسی پر کوئی ظلم نہیں ہوگا، جیسا کہ حضور صلعم نے فرمایا ہے: ''لَوْ لَمْ یَبْقَ مِنَ الدُّنیا اِلَّا یَوْمٌ واحدٌ لَطَوَّلَ اللّٰہُ ذٰلِکَ الْیَوْمَ حَتّٰی یَخْرُجُ مِنْ وُلْدِی مَنْ یَمْلَأُھَا عَدْلاً کَمَا مُلِئَتْ جَوْراً = اگر دنیا (کی عمر) سے صرف ایک ہی دن رہ جائے تو خدا اس دن کو طول دے گا یہاں تک کہ میری اولاد سے وہ شخص نکلے گا جو اس کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح یہ جور و ستم سے بھرا ہوا ہے''۔[2]

حضرتِ قائم اور قیامت کے بارے میں قرآنِ حکیم اور احادیثِ شریفہ میں بہت سے تمثیلی ارشادات آئے ہیں اور تمثیلی بیان ہونے کی وجہ سے ہر مذہب والوں نے اپنے

اپنے اعتقاد کے مطابق بہت کچھ لکھا ہے، جس کی تفصیلات کی یہاں گنجائش نہیں۔ یہاں پر صرف اسماعیلی بزرگانِ دین (حجتوں اور داعیوں) نے حضرتِ قائم اور قیامت کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس کا ایک مختصر جائزہ لینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اسماعیلی بزرگانِ دین قائم اور قیامت کی اصطلاحات کی حد تک دوسرے مذاہب کے علماء کے ساتھ متفق ہیں، لیکن ان کی معنوی اور تاویلی تشریح میں ان کی ایک مخصوص روش ہے۔ قائم سے مراد ان کے نزدیک ایک ایسی ہستی ہے جو اچانک کہیں سے پیدا نہیں ہوگی، بلکہ آلِ پیغمبرؐ یعنی مولانا علیؑ اور حضرتِ فاطمہؑ کی اولاد میں سے ائمۂ طاہرینؑ کا جو سلسلہ دنیا میں جاری ہے اسی سلسلے کا ایک امام قائم کی حیثیت میں کام کریں گے۔ جیسا کہ سیّدنا پیر ناصرِ خسروؒ نے اپنی کتاب وجہِ دین میں ماہِ رمضان اور شبِ قدر (لیلۃ القدر) کی جو تاویل کی ہے اس سے یہ حقیقت ظاہر ہے۔[3]

اسی طرح قیامت کا تصور بھی دوسرے ادیان و مذاہب کے برعکس ائمۂ طاہرینؑ کی تاویلی تعلیم کی روشنی میں کسی اچانک واقعہ کا نام نہیں بلکہ یہ ایک دائمی واقعہ ہے۔ اسلئے کہ قیامت پاداشِ عمل کیلئے ہے اور پاداشِ عمل کا تعلّق تخلیق سے ہے اور تخلیق جیسا کہ حضرتِ مولانا سلطان محمد شاہ صلوات اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اسلام کیمطابق تخلیق ایک وقتِ معیّن میں ایک منفرد عمل سے عبارت نہیں بلکہ وہ ایک دائمی اور مسلسل واقعہ ہے۔[4]'' اسلئے قیامت بھی ایک دائمی اور مسلسل واقعہ ہے، چونکہ اس دائمی اور مسلسل عمل سے چھوٹے بڑے ہنگامی اور دوری واقعات پیدا ہوتے رہتے ہیں، اس اعتبار سے ان کو چھوٹی بڑی قیامتوں کا نام دیا جاتا ہے اور ان کا سلسلہ جاری ہے، جیسا کہ سیّدنا ناصرِ خسروؒ فرماتے ہیں:

؎ منزه مالک الملکی که بے پایان حشر دارد[5] یعنی وہ ہر صفت سے پاک و مبرّا بادشاہ اپنی بادشاہت میں بے پایان قیامتوں کا مالک ہے۔ چونکہ قیامت دائمی بھی ہے اور ہنگامی و دوری بھی، اس لحاظ سے تاویلی تعلیمات میں قائم اور قیامت کو بھی ان ہی معنوں

میں استعمال کیا گیا ہے۔

دوری لحاظ سے بھی قیامت کی کئی قسمیں ہیں، مثلاً دورِ صغیر یا کہین کی قیامت جو بالعموم چھ اماموں کے زمانے گزر جانے کے بعد ساتویں امام یا ناطق کے ظہور کے وقت واقع ہوتی ہے؛ دورِ کبیر یا مہین کی قیامت جو چھ ناطقوں کے ادوار کے گزر جانے کے بعد صاحبِ دورِ ہفتم حضرتِ قائم کے زمانے میں واقع ہوتی ہے[۶]۔ اسی طرح چھ ادوارِ کبیر کے گزر جانے کے بعد ساتویں صاحبِ دورِ کبیر کے زمانے کی قیامت وغیرہ۔ دوری قیامت کی ایک مثال آفتابِ عالمِ تاب کے گرد زمین کی گردش ہے، جس طرح آفتابِ عالمتاب کے گرداگرد زمین کی گردش سے دن رات میں بتدریج تبدیلی آتی رہتی ہے، اور یہ تبدیلی نصف کرۂ شمالی میں ۲۱ / جون اور نصف کرۂ جنوبی میں ۲۲ / دسمبر کو حدِّ انتہا کو پہنچ جاتی ہے جن کو بالترتیب صَیفی نقطۂ انقلاب اور شِتوی نقطۂ انقلاب کہا جاتا ہے اور یہ دن اپنے اپنے نصف کُرے میں روشنی وگرمی مہیّا کرنے کے لحاظ سے سب سے زیادہ فیض بار اور طویل ترین دن ہوتے ہیں، اسی طرح ادوار کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

اسماعیلی بزرگانِ دین کی تاویلی تعلیمات کا جائزہ لینے سے پہلے یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ ان کے یہاں دین کی تکمیل محض تنزیل سے نہیں ہوتی بلکہ تنزیل وتاویل (۳:۷) دونوں کے ذریعے ہوتی ہے۔ تنزیل کا کام خود آنحضرتؐ نے انجام دیا اور تاویل کا کام اپنے اساس مولانا علی علیہ السّلام کے حوالے کیا جو ان کی اولاد کے ائمّۂ طاہرینؑ میں ہمیشہ کیلئے جاری ہے (۷:۵۲-۵۳؛ ۱۷:۱۰۶)، چنانچہ اسماعیلی بزرگانِ دین نے اپنے اپنے زمانوں کے اماموں کی تاویلی تعلیم کی روشنی میں دین کے دوسرے پہلوؤں کے ساتھ ساتھ حضرتِ قائم اور قیامت کی حقیقت کو اپنے اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق سمجھانے کیلئے الگ الگ زبانوں میں کئی ایک کتابیں لکھی ہیں۔

ذیل میں ان بزرگوں اور ان کی کتابوں میں سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے:

سیّدنا رازی: الاصلاح،الزینة، اعلام النبوة؛

سیّدنا سجستانی: الافتخار،اثبات النّبوٴات،المقالید،الینابیع،الباھرة؛

سیّدنا قاضی نعمان: شرح الاخبار، اساس التّاویل، تاویل الدّعائم، افتتاح الدّعوة؛

سیّدنا جعفر بن منصور الیمن: سرائر واسرار النّطقاء، تاویل الزّکوٰة، کتاب الکشف؛

سیّدنا کرمانی: راحة العقل، کتاب الرّیاض؛

سیّدنا شیرازی: المجالس المؤیّدیه؛

سیّدنا ناصرِ خسرو: روشنائی نامه (نثر)،وجهِ دین، خوان الاخوان، گشایش ورهایش، جامع الحکمتین،زاد المسافرین،دیوانِ اشعار؛

خواجہ نصیر الدّین (منسوب): روضۂ تسلیم؛

سیّدنا رئیس حسن: دیوانِ قائمیات؛

سیّدنا ابو اسحاق: هفت باب؛

سیّد سہراب ولی: تحفة النّاظرین

اسی طرح برصغیر پاک وہند میں سیّدنا پیر صدر الدّین، سیّدنا پیر حسن کبیر الدّین، سیّدنا پیر شمس اور دوسرے پیروں نے گنانوں میں حضرتِ قائم اور قیامت کے بارے میں لکھا ہے۔

ان بزرگانِ دین کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ قائم اور قیامت کے بارے میں جو کچھ قرآنِ حکیم اور احادیثِ شریفہ میں آیا ہے وہ حق ہے، لیکن جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے،

ان کی حقیقت تنزیل میں نہیں بلکہ تاویل میں ہے، مثلاً سیّدنا المؤیّد فی الدّین شیرازی لیلۃ القدر جو حجّتِ قائم کی ایک مثال ہے، کے بارے میں وارد ایک حدیث کہ "اس رات شیاطین کو ہتھکڑیاں پہنا کر قید کیا جاتا ہے اور ہر شریر کے شر کو روکا جاتا ہے"۔ فرماتے ہیں کہ "اگر اس حدیث کو ظاہری طور پر جس طرح لوگ سمجھتے ہیں لیا جائے تو اس کی کوئی حقیقت نہیں بنتی، اسلئے کہ کفار جو شیاطین کی پیروی کرنے والے ہیں، اس رات اپنے کفر سے باز نہیں آتے اور نہ وہ اپنے شر سے رکتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔"۔ اسلئے اس حدیث کی حقیقت معنی کے لحاظ سے ہے نہ کہ لفظ کے لحاظ سے (یعنی اس کی حقیقت تاویل میں ہے نہ کہ تنزیل میں) اور اس کی تاویل یہ ہے کہ جو لوگ اس حدِ شریف (یعنی حجّتِ قائم) سے وابستہ ہوگئے وہ شیاطین کے وسوسوں سے جو روحوں میں ڈالتے اور نقصان پہنچاتے ہیں، سے حفاظت اور پناہ میں ہیں"[ے]۔ اسلئے قیامت سے متعلّق جو کچھ قرآن و حدیث میں آیا ہے، مثلاً آسمانوں اور زمین کا بدل جانا، زمین کا اپنے پروردگار کے نور سے روشن ہوجانا، دابۃ الارض کا کلام، یاجوج وماجوج کا خروج وغیرہ جو قیامت سے متعلق ہیں، ان کی حقیقت تاویل میں ہے نہ کہ تنزیل میں، اسلئے کہ تنزیل مثل ہے اور تاویل ممثول۔

چونکہ قرآنِ کریم میں قیامت کا بنیادی تعلق وقت اور زمانے کے ساتھ ہے اسلئے جہاں جہاں قرآنِ حکیم میں خدا کے چھ دن میں آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور ساتویں دن عرش پر متمکن ہونے کا ذکر آیا ہے (مثلاً ۷:۵۴؛ ۱۰:۳) وہاں ہنگامی یا دوری قیامتوں کا ذکر آیا ہے اور ان دنوں کی حقیقت تاویل میں ڈھونڈنے کی ضرورت ہے نہ کہ تنزیل میں، کیونکہ اگر ان کو تنزیلی معنوں میں لیا جائے تو اس سے ایک طرف تو ان آیات کے ساتھ تضاد پیدا ہوگا جن میں خدا کے ہر چیز کو صرف "کُنْ" کہہ کر پیدا کرنے کا ذکر آیا ہے (۲:۱۱۷؛ ۳:۵۹؛ ۱۶:۴۰؛ ۳۶:۸۲) اور دوسری طرف یہ مسئلہ پیدا ہوگا کہ جب کائنات نہ تھی، زمین، آسمان، چاند اور سورج نہ تھے تو خدا کس پیمانے سے دنوں کو ناپتا تھا، اسلئے

ازروئے تاویل یہاں دنوں سے مراد ادوار ہیں جن میں سے ہرایک دور ایک ہزار سال کا ہوتا ہے، اوراس کی تائید قرآن کی اس آیت سے ہوتی ہے جس میں خدا فرماتا ہے کہ اس کا ایک دن دنیا والوں کی گنتی کے حساب سے ایک ہزار سال کے برابر ہوتا ہے (۲۲:۴۷)۔ اور آسمانوں اور زمین سے بھی مراد عالمِ ظاہر نہیں بلکہ عالمِ دین ہے، اسلئے یہاں پر عالمِ دین کی تخلیق کا ذکر ہے نہ کہ عالمِ ظاہر کا، جس کی تخلیق چھ دن یعنی چھ صاحبانِ ادوار کی شریعتوں کے ذریعے ہوتی ہے، یعنی آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ علیہم السّلام اور خاتم النّبیّین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور ان میں سے ہرایک اپنی شریعت اور کتاب کے ذریعے عالمِ دین میں کام کراتا ہے اور ساتویں دن سے مراد حضرتِ قائم القیامت ہے جو صاحبِ شریعت نہیں بلکہ صاحبِ شمار ہے اسلئے صاحبانِ شریعت کے ادوار میں جو کام ہو چکا ہے اس کا حساب لیں گے اور کام کرنے والوں کو اپنے اپنے کاموں کا جزا دیں گے۔[۸]

یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ چونکہ قیامت ایک روحانی عمل ہے اسلئے اس کا ادراک حواسِ ظاہر سے نہیں ہوتا، اسلئے قرآنِ کریم میں قیامت کے سلسلے میں عوام کے حوالے سے کئی مرتبہ "لایشعرون" (۱۲:۱۰۷؛ ۴۳:۶۶) استعمال ہوا ہے یعنی عوام کو قیامت کا علم نہیں ہوتا صرف صاحبانِ تاویل اور اہلِ معرفت کو اس کا علم ہوتا ہے۔ چنانچہ صاحبانِ تاویل نے حضرتِ قائم کے بارے میں قرآنی تاویل کی روشنی میں بہت کچھ پیشین گوئیاں کی ہیں اور فرمایا ہے کہ دوسرے اماموں اور قائم کے درمیان ایک بڑا فرق یہ ہوگا کہ ہرامام کا حجّت ان کے بعد آتا ہے لیکن قائم کا حجّت ان سے پہلے آئیگا اور قائم کے نور کا نزول ان کے حجّت میں ہوگا جس کے فیوض وبرکات کی وجہ سے ان کا مرتبہ لیلۃ القدر کی طرح ہوگا جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے یعنی حجّتِ قائم علم میں ہزار اماموں سے بہتر ہے۔ سیّدنا شیرازی لکھتے ہیں کہ حجتِ قائم صاحبِ بیانِ کُلّی وکشفِ حقیقی ہوں گے[۹]، اور حضرتِ قائم خود کمالِ انبیاء اوران کے نفوس وعقول کا قبلہ ہوں گے۔[۱۰]

الغرض گزشتہ بزرگانِ دین کی کتابیں حضرتِ قائم اور دورِ قیامت کے بارے میں ایسے حقائق سے پُر ہیں، لیکن ہنوز ان کا زمانہ مخصوص قیامت یا قیامت القیامات سے دُور تھا، اسلئے بیشتر حقائق کا بیان ہر بزرگ نے اپنے وقت کے تقاضوں کے مطابق اشاروں کنایوں میں کیا ہے۔ جیسے سیّدنا المؤیّد آیات (۱۲: ۴۷-۴۹) کی تاویل میں فرماتے ہیں کہ علم کی فراوانی کا وقت حضرت قائمِ قیامت کے زمانے میں ہوگا جو صاحبِ بیانِ کُلّی اور کشفِ جلی ہونگے۔ [۱۱]

ہمارا زمانہ قرآن وحدیث میں مذکور نشانیوں کی روشنی میں دورِ قیامت کا آغاز ہے اور الحمدللہ ہمارے زمانے کے عارفِ کامل حضرت علاّمہ نصیرالدّین نصؔیر ہونزائی، دامت فیوضاتہ العرفانیّہ، نے حضرتِ قائم علینا سلامہ اور قیامت کی شناخت کے بارے میں جو حقائق بیان کئے ہیں وہ یقیناً اس دور کے فیوض وبرکات کا نتیجہ ہیں کیونکہ اس سے پہلے زمانوں میں ان آیاتِ خداوندی کا ظہور نہیں ہوا تھا جن کو دورِ قیامت میں خدا نے آفاق و انفس میں دکھانے کا وعدہ کیا تھا (۴۱: ۵۳)۔ علاّمہ بزرگوار اپنی ایک کتاب ”میزان الحقائق“ کے دیباچے میں لکھتے ہیں: ”میں نے اس کتاب میں اکثر ایسے مسائل پر بحث کی ہے جن سے ہمارا زمانہ دوچار ہوا ہے یا ہونے والا ہے، اسلئے کہ پیش آمدہ مسائل کا حل کرنا نہ صرف علومِ دین کی حقانیت اور قدرومنزلت کا ثبوت ہے بلکہ اس میں بنی نوع انسان کی خیرخواہی بھی مضمر ہے۔ ان میں سے بیشتر ایسے مسائل ہیں جن کو بزرگانِ دین نے صریحاً حل نہیں کیا ہے اسلئے کہ ان چیزوں کیلئے ان کے زمانے کا کوئی تقاضا نہ تھا اسلئے انہوں نے اپنی کتابوں میں ایسے حقائق کو رموز وامثال میں پوشیدہ رکھا ہے تاکہ وقت آنے پر انہیں آشکارا کرلیا جائے۔“ [۱۲]

علاّمہ بزرگوار اپنے روحانی تجربے کی روشنی میں فرماتے ہیں کہ وہ قیامت جس میں خدا نے اپنی آیات کو آفاق وانفس میں دکھانے کا وعدہ کیا تھا اس کا آغاز ہوچکا ہے۔

موصوف کے نزدیک آج مادی سائنس کے تمام انکشافات وایجادات خدا کی وہ آیات ہیں جو آفاق میں دکھا رہا ہے اور اس کے بعد وہ اپنی آیات انفس میں دکھانے والے ہیں۔ اسلئے موصوف نے اسی کتاب کے مضامین میں سے ایک کا نام رکھا ہے: ''ایٹمی دور روحانی دور سے ملا ہے''[13] ہر چند کہ علاّمہ بزرگوار نے اپنی اکثر کتابوں میں حضرتِ قائم علینا سلامہ اور قیامت کے کسی نہ کسی پہلو کا ذکر کیا ہے، لیکن ''میزان الحقائق'' میں سب سے زیادہ قیامت کی تفصیل اور اس کی قسموں کا ذکر فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ قیامت خدا کی گھڑی ہے۔ اور گھڑی جس کیلئے قرآنی لفظ '' اَلسّاعة '' آیا ہے، وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کی بنیاد سیکنڈ یا لمح البصر پر ہے، لیکن سیکنڈوں کے مجموعوں کو جمع کیا جائے تو اسی سے منٹ، گھنٹہ، دن، رات، ہفتہ، عشرہ، ماہ، سال، صدی اور ادوار بنتے ہیں۔ بالفاظِ دیگر ساعت یا قیامت ایک دائمی عمل ہے اور اسی عمل سے گونا گون قیامتیں بنتی جاتی ہیں، مثلاً دائمی قیامت، ہنگامی قیامت، شخصی اختیاری قیامت، شخصی اضطراری قیامت، اجتماعی قیامت، عالمی قیامت۔ فرماتے ہیں کہ اس کے علاوہ اور بھی بہت بڑی قیامتیں ہیں، مثلاً کسی سیارے کا اپنے مدار سے ہٹ کر عالم کے حاشیہ کی طرف جانا، یا حاشیہ کی طرف سے کسی سیارے کا اندر کی طرف آنا، یا سورج میں گر کر ختم ہو جانا، یا سورج سے کسی سیارے کا پیدا ہو جانا، یا کُلّ عالم کا ہیولیٰ میں فنا ہو کر پھر سے پیدا ہونا وغیرہ۔[14]

اسی طرح علاّمہ بزرگوار نے اپنی ایک دوسری کتاب ''کوزۂ کوثر'' میں قرآنِ حکیم کے حوالے سے عالمِ دین کی دوری قیامتوں کو نہایت حکیمانہ اور لطیف پیرائے میں ثابت کیا ہے، آیہ (۳:۵۵): ''وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ۔ اور جن لوگوں نے تیری پیروی کی ان کو قیامت تک کافروں پر غالب رکھوں گا۔'' کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس ارشاد کی حکمت یہ ہے کہ حضرتِ عیسیٰؑ کے تابعین اللہ تعالیٰ کے مذکورہ وعدہ کے مطابق اپنے مخالفین پر دینی لحاظ سے (یعنی دلیل و حجّت کے اعتبار سے)

غالب وفاتح رہے تا آنکہ دورِ عیسیٰ کے چھ اماموں کا زمانہ گزر گیا، اور جب دورِ عیسیٰ کے ساتویں امام کا ظہور ہوا تو اس وقت نصرانیت کی قیامت برپا ہوئی، کیونکہ پیغمبرِ اسلامؐ ایک نئی کتاب اور تازہ شریعت لیکر دنیا میں تشریف فرما ہوئے۔ اب حضرتِ عیسیٰؑ کے دین کے متعلق اللہ تعالیٰ نے جو کچھ وعدہ فرمایا تھا وہ پورا ہو چکا۔ اگر ہم اس آیۂ مبارکہ کے ایسے معنی نہ لیں بلکہ یوں کہیں کہ دنیائے عیسائیت (نصرانیت) میں ابھی تک کوئی قیامت واقع نہیں ہوئی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر نصاریٰ ظہورِ اسلام کے بعد مسلمان نہ بنیں (یعنی حضرتِ محمدؐ کی دعوت کو قبول نہ کریں) تو ان پر کوئی جرم نہیں، اور جو غیر عیسائی اسلام کو قبول کریں تو وہ پھر بھی مسلمان نہیں ہو سکیں گے، کیونکہ بموجب وعدۂ الٰہی عیسائیوں کو قیامت تک اپنے مخالفین پر غالب وفاتح ہونے کا حق حاصل ہے۔ تو کیا کوئی دانشمند مسلمان اس بات کو قبول کرے گا؟ نہیں، ہرگز نہیں۔[۱۵] [جبکہ اسی سورہ کی آیت (۳:۱۱۰) میں خدا مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے: ''کُنتُم خَیرَ اُمَّۃٍ اُخرِجَت لِلنَّاس = تم بہترین امّت ہو جسے لوگوں (کی ہدایت) کیلئے پیدا کی گئی ہو''۔]

جاننا چاہیئے کہ مذکورہ دلیل سے نہ صرف یہی حقیقت واضح وروشن ہوئی کہ ہر ناطق پیغمبرؑ کی دنیائے شریعت میں ساتویں امام کے آنے پر قیامت برپا ہو جاتی ہے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ اصول بھی معلوم ہوا کہ قیامت خواہ چھوٹی ہو یا بڑی، اختیاری ہو یا اضطراری، انفرادی ہو یا اجتماعی، جب بھی آجائے تو وہ غیر شعوری طور پر آتی ہے، چیختی چلّاتی ہوئی نہیں آتی۔[۱۶]

الغرض علاّمہ بزرگوار نے قیامت کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی ہے اور ان حقائق واسرار کو جو بزرگانِ ماتقدم نے رموز واشارات میں بیان کیا تھا، برملا طور پر بیان کیا ہے خصوصاً حجّتِ قائم، حضرتِ قائم اور خلیفۂ قائم کے بارے میں۔ اپنی ایک اور کتاب ''قرآنی مینار'' میں اس دور کے بارے میں فرماتے ہیں: یہ ہفت ادوارِ کبیر میں سے آخری دور ہوگا جس

میں بڑے بڑے واقعات و معجزات رونما ہوں گے، بین الاقوامی اتّحاد و یگانگت کا دور دورہ ہوگا، سیّارۂ زمین نمونۂ بہشت بن جائیگا، دنیا بھر میں نورِ اسلام کی روشنی پھیل جائیگی، روحانی سائنس عام ہوجائیگی، لوگ اڑن طشتریوں کی مدد سے پرواز کرکے دوسرے سیاروں کی سیاحت کریں گے اور مومنینِ بایقین سے اولیاء اللہ کی طرح ظہورِ کرامات ہونے لگے گا۔[۱۷]

مزید فرماتے ہیں: ''ان تمام پُرحکمت پیش گوئیوں کو حقیقی معنوں میں جاننے کی ضرورت ہے جو دورِ قیامت کی بڑی بڑی تبدیلیوں اور ترقّیوں سے متعلق ہیں۔''[۱۸]

الحمدللہ علاّمہ بزرگوار نے دورِ قیامت کے نقیبِ اعظم کی حیثیت میں دورِ قیامت کی ان پُرحکمت پیش گوئیوں کو حقیقی معنوں میں سمجھانے کیلئے اپنی حیاتِ طیّبہ کو قربان کردیا ہے۔ خود فرماتے ہیں:

میرے قائم نے مجھے لوگوں سے قربان کردیا
اس خلیلی کام سے دنیا کو حیران کردیا[۱۹]

موصوف کی نثر و نظم میں سو (۱۰۰) سے زیادہ کتابیں اس حقیقت کی شاہد ہیں، ان کتابوں کے غائرانہ مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں گزشتہ بزرگانِ دین کے علوم کا خلاصہ بھی ہے اور اس کے ساتھ اضافی علمِ قیامت بھی، مثلاً عالمِ شخصی کے حقائق، عالمِ شخصی میں پیشانی کا مقام، شعوری و لاشعوری قیامت، انائے علوی و انائے سفلی وغیرہ۔ قائم شناسی کے سلسلے میں علاّمہ بزرگوار کی کتابوں میں ''قرآنِ حکیم اور عالمِ انسانیت'' اور زیرِ نظر کتاب ''قائم شناسی'' خصوصی اہمیت کے حامل ہیں اور ان کی علوشان کا یہ مرتبہ ہے کہ اس میں علاّمہ بزرگوار نے حجّتِ قائم، حضرتِ قائم اور خلیفۂ قائم کے نہ صرف اسماء بلکہ ان کے مسمیات کی بھی شناخت کرائی ہے۔ اس سرِّ مکنو کے افشا کی سعادت کا سہرا حضرتِ قائم نے موصوف کے سر پر باندھا ہے جو حضرتِ آدمؑ کے زمانے سے بزرگانِ دین کے دلوں سے دلوں میں رازدارانہ صورت میں منتقل ہوتے آیا تھا۔ ایسی تعلیم دینا یقیناً کسی کیلئے اس وقت تک ممکن

نہیں ہوسکتا جب تک وہ حق الیقین اور فنافی القائم کے مرتبے پر فائز نہ ہو۔موصوف یقیناً حضرتِ قائم علینا سلامہ کی عظیم ترین گویا ودانا آیت (معجزہ) ہیں اسلئے قائم شناسی کے گہرہائے ضیا بخش اور دُرِ بیش بہا آپ کی زبانِ فیض بار اور قلمِ جواہر نگار سے وجود میں آتے رہتے ہیں، نہیں تو یہ کس طرح ممکن ہوسکتا تھا کہ ہونزا جیسے علم وحکمت سے دُور افتادہ علاقہ سے جہاں ۱۹۴۶ء یعنی حضرتِ مولانا سلطان محمد شاہ صلوات اللہ علیہ کی بابرکت ڈائمنڈ جوبلی (جس کی فیوضات و برکات سے ہونزہ کے ہر گاؤں میں سکول قائم ہوئے) سے قبل صرف ایک ہی پرائمری سکول تھا اور ۱۹۱۳ء سے قبل اس کا بھی وجود نہ تھا[۲۰]، سے ایک ایسی ہستی پیدا ہو کہ جن کے نورِ حکمت ومعرفت سے اہلِ زمانہ کی آنکھیں خیرہ ہوجائیں۔الحمدللّٰہ علیٰ مَنّہ واِحسانہ۔اللّٰھمَّ متعنا بطول حیاتہ الطیّبة ونوّر عقولنا بانوارہ العرفانیّة۔

طالبِ دُعائے مقدسِ بزرگوار
ڈاکٹر فقیر محمد ہونزائی
مرکزِ علم وحکمت، لندن
۱۳/اکتوبر ۲۰۰۴ء

یادداشتہا

١۔ ابوداؤد، سنن (ریاض، ۱۹۹۹ء)، ص ۶۰۱، احادیث ۴۲۸۲، ۴۲۹۰-۴۲۸۲؛ محمد تیجانی سماوی، حکمِ اذان، ترجمۂ مستجاب احمد انصاری (تہران، تاریخ ندارد)، ص ص ۳۰۶-۳۱۶۔

٢۔ ابوحاتم احمد بن حمدان الرازی، کتاب الاصلاح (تہران، ۱۳۷۷ ہجری شمسی)، ص ۶۱؛ ناصرِ خسرو (پیر)، شش فصل تصحیح ایوانف (قاہرہ، ۱۹۴۸ء)، ص ۳۹۔

٣۔ ناصرِ خسرو (پیر)، وجہِ دین، تصحیح غلام رضا اعوانی (تہران، ۱۳۹۷ ہجری قمری)، ص ص ۲۶۰-۲۶۱، ۲۵۳، ۲۵۴-۲۵۴؛ حمید الدّین کرمانی، راحۃ العقل، تصحیح محمد کامل حسین اور محمد مصطفیٰ حلمی (قاہرہ، ۱۹۵۲ء)، ص ۴۳۱۔

٤۔ سلطان محمد شاہ (امام)، میمائرس آف آغا خان (لندن، ۱۹۵۴ء)، ص ۱۷۵۔

٥۔ ناصرِ خسرو (پیر)، دیوانِ اشعار، تصحیح نصر اللہ تقوی (تہران، ۱۳۶۷ ہجری شمسی)، ص ۱۳۴۔ ابویعقوب السجستانی، اثبات النبوٰات، تصحیح عارف تامر (بیروت، ۱۹۸۲ء)، ص ص ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۹۳۔

٧۔ المؤیّد فی الدّین الشیرازی، المجالس المؤیّدیّہ، تصحیح مصطفیٰ غالب (بیروت، ۱۹۸۴ء)، iii ص ۱۱؛ ترمذی، جامع (ریاض، ۱۹۹۹ء)، ص ۱۷۴، حدیث ۲۸۲۔

٨۔ وجہِ دین، ص ص ۶۲-۶۳؛ ــــــ، جامع الحکمتین، تصحیح محمد معین اور ہنری کربین (تہران، پیرس، ۱۹۵۳ء)، ص ص ۱۶۳-۱۶۵۔

٩۔ المجالس المؤیّدیّہ ii، ص ۶۱۲۔

١٠۔ ایضاً، iii، ص ۸۔

١١۔ ایضاً، ii، ص ۵۹۰، ۵۸۹۔

۱۲۔ نصیرالدّین نصیرؔ (علاّمہ)، میزان الحقائق (کراچی، ۱۹۶۲ء)، ص ص ۸-۹۔

۱۳۔ ایضاً، ص ص ۵۴-۵۵۔

۱۴۔ ایضاً، ص ص ۱۷-۳۲۔

۱۵۔ ــــــ، کوزۂ کوثر (کراچی، ۱۹۹۴ء) ص ۱۸۔

۱۶۔ ایضاً، ص ص ۱۸-۱۹۔

۱۷۔ ــــــ، قرآنی مینار (کراچی، ۱۹۹۰ء) ص ۲۲۰۔

۱۸۔ ایضاً، ص ۲۲۱۔

۱۹۔ ــــــ، دیوانِ نصیری (کراچی، ۲۰۰۴ء)، ص ۸۴۔

۲۰۔ ریاض احمد خان (راجہ)، وادیٔ ہنزہ (گلگت، ۲۰۰۳ء)، ص ۶۷

www.monoreality.org